

محمد منیر قمریہ لکھنؤ  
ترجمان پریم کورٹ الخبر  
سعودی عرب

سفر شام اور بحیرہ راہب کا قصہ

ایک تحقیق

نبی اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب تجارت پیشہ تھے اور جب وہ اس غرض سے دیگر اعیان قریش کے ساتھ سفر شام کے لئے نکلنے لگے تو نبی ﷺ نے بھی اصرار کیا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ لہذا ابو طالب نے آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال دو ماہ اور دس دن تھی۔ (عام مورخین اور سیرت نگاروں نے بارہ سال عمر لکھی ہے جبکہ ماہ و سال اور دن کی تحدید امام ابن الجوزی اور مقریزی نے کی ہے۔ (الرحیق المکتم ص ۶۷، نقلاً عن تلخیص فہم اہل الاثر لابن الجوزی ص ۷، امتاع الاسماع للمقریزی ۱/ ۸ قطر) اور بعض مورخین نے اس واقعہ کے وقت آپ کی عمر نو سال لکھی ہے)

اور جب یہ قافلہ شام کے شہر بصری پہنچا تو انہوں نے ایک اہل کتاب عالم المعروف بحیرہ راہب کی عبادت گاہ کے قریب ڈیرہ لگایا۔ تاریخ و سیرت کی اکثر کتابوں حتیٰ کہ صحاح ستہ کی ایک کتاب ترمذی شریف اور بعض دیگر کتب حدیث (ترمذی شریف کے علاوہ یہ حدیث بزار، رزین اور مستدرک حاکم میں بھی ہے اور بیہقی و ابویہیم نے دلائل میں اور خرائطی، ابن عساکر اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسے بیان کیا ہے، حاشیہ الروض الالف ۲/ ۲۲۳، تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۹۲ فقہ السیرۃ، تعلیق الالبانی ص ۶۸) میں بھی مذکور ہے کہ قریش مکہ کے تجارتی قافلے پہلے بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے مگر وہ بحیرہ راہب کبھی اپنے صومعہ سے باہر نہیں آیا تھا اور نہ اس نے کبھی کسی قافلے پر توجہ دی تھی۔ لیکن اس مرتبہ وہ اپنی خلوت گاہ سے نکلا اور نہ صرف اہل قافلہ کے پاس چل کر آیا بلکہ اس نے ان سب کی دعوت بھی کی اور نبی اکرم ﷺ جو ابھی بارہ سال کے کم سن

بچے تھے اس نے آپؐ کا دست مبارک پکڑا اور کہا کہ اس بچے کا ولی امر یا سرپرست کون ہے؟ ابو طالب نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا کہ تمہاری بات صحیح نہیں کیونکہ ہماری کتاب کے مطابق اس کا باپ تو زندہ ہی نہیں ہونا چاہئے تو ابو طالب نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور اس کے پوچھنے پر باپ کے بارے میں بتایا کہ وہ اس وقت فوت ہو گئے تھے جب یہ بچہ ابھی شکم مادر میں تھا۔ تب اس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کھول کر آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان پائی جانے والی مہربوت (امام سہیلی نے الروض الالاف ۲۳/۲ - ۲۲ - ۲۱) میں ”من صفات ختم النبوة“ کے عنوان کے تحت آٹھ روایات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں مہربوت کے بارے میں مذکور ہے جن کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ آپؐ کے شانوں کے مابین پشت مبارک پر کچھ گوشت ابھرا ہوا سا تھا جو سیب، انڈے یا جملہ عروس کے بڑے بٹن کے مانند تھا اور اس پر کالے بال بھی تھے اور تاریخ حاکم وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس مہربوت پر لکھا ہوا تھا ”محمد رسول اللہ“ جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں اور ابن حبان میں اس بات کے مذکور ہونے اور تصحیح ذکر کرنے سے دھوکے میں نہیں آ جانا چاہئے۔ یہ تصحیح ان کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ عارضہ الاحوذی شرح ترمذی لابن العربی ۷/۱۳، ۷/۱۰۶ طبع سوریا) بھی انہیں دکھائی اور بتایا کہ یہ بچہ سرور عالم اور رحمۃ للعالمین بننے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کے لئے منتخب کرے گا۔ اہل قافلہ نے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ جب تم اس گھاٹی سے اتر رہے تھے تو کوئی شجر و حجر یا درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور یہ کسی نبی کے سوا ایسا نہیں کرتے اور آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے مابین ”مہربوت“ اس بات کی علامت ہے اور جب یہ بچہ اونٹوں کو باندھ کر اس درخت کی طرف آ رہا تھا تو اسے پاؤں کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا اور

جب آپؐ درخت کے قریب پہنچے تو قریش ساری سایہ دار جگہ پر قبضہ کر چکے تھے۔ آپؐ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ بھی داخل کر آپؐ تک جا پہنچا۔ ان تمام علامتوں کے پیش نظر بحیرہ نے ابو طالب سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ یہاں سے آگے ہرگز نہ لے جانا ورنہ یہودی آپؐ کو قتل کر دیں گے۔

اسی دوران سات رومیوں کا ایک وفد بھی وہاں آ پہنچا، بحیرہ نے ان سے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت کوئی ایسا راستہ نہیں جس پر نبی موعودؑ کی تلاش میں پہرے نہ بٹھا دیئے گئے ہوں اور ہمیں اس راستے کی طرف بھیجا گیا ہے کہ جب اور جہاں بھی اس کو پائیں وہیں قتل کر دیں۔ بحیرہ راہب نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ انجام دینا چاہے کیا کوئی دنیا کی کوئی طاقت اسے روک سکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں تو اس نے کما تب پھر تم اپنے ارادوں سے باز آ جاؤ بلکہ میرے ساتھ عہد کرو کہ تم اسے کوئی ایذا نہیں پہنچاؤ گے۔ وہ اس راہب کی بات پر قائل ہو گئے۔ اپنے ارادے بدل دیئے اور واپسی کی بجائے وہ راہب ہی کے ہو کر رہ گئے۔

اب راہب نے پھر ابو طالب سے اصرار کیا کہ اس بچے کو واپس بھیج دو تو ابو طالب نے وہیں سے آپؐ کو واپس کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلالؓ کو بھی آپؐ کے ساتھ بھیجا اور اس راہب نے کچھ ٹیک و بسکٹ اور زیتون بطور زاد راہ آپؐ کو دے کر بھیجا۔ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری ۱۰/ ۹۰ تا ۹۲ طبع مدنی، بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی للبناء ۲۰/ ۱۹۶، البدایہ والنہایہ ۲/ ۲۸۷-۲۸۳ ابن ہشام ۱/ ۶۷-۶۶-۶۵، تاریخ طبری (اردو) طبع نفیس اکیڈمی کراچی ۱/ ۵۸ تا ۶۰)

یہ قصہ عام سیرت نگاروں کے یہاں بڑا معروف ہے مگر اہل تحقیق علماء نے

بحیرہ کے اس واقعہ کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

### داستان بحیرہ پر عیسائی مصنفین کے برگ و بار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بحیرہ راہب کی داستان محقق، اہل علم اور سیرت نگاروں کے نزدیک سند و متن ہر دو اعتبار سے غیر معتبر ہے۔ مگر قبول روایت میں تساہل پسند مصنفین کی وجہ سے عام مسلمانوں میں بڑا معروف و مقبول ہے۔ کیونکہ اس سے پتہ چتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کم سنی میں ہی نبی موعود ہونے کی حیثیت سے پہچانے گئے اسے بچپن میں ہی بادل سایہ کرنے لگے۔ شجر و حجر سجدہ ریز ہو گئے وغیرہ۔ یہ ایسے امور ہیں کہ ان میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ لہذا یہ واقعہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔

اور تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہی قصہ عیسائی مصنفین اور مستشرقین میں بھی بڑا معروف و مقبول ہے۔ ان دشمنان اسلام نے اس واقعہ کو خوب اچھالا بلکہ سر ولیم میور، ڈریپر اور ماگولیوس وغیرہ تو اس واقعہ کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں اور وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مذہب کے حقائق و اسرار (نعوذ باللہ) اسی راہب سے سیکھے ہیں اور جو کتے اس نے بتا دیئے تھے انہی پر آپ ﷺ نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی اور اسلام کے تمام اصول انہی نکتوں کے شروع و حواشی ہیں۔

ڈریپر نے اپنی کتاب ”معرکہ علم و مذہب“ میں لکھا ہے کہ بحیرہ راہب نے بصری کی خانقاہ میں محمد (ﷺ) کو عیسائی (نسطوری فرقہ کے) عقائد کی تعلیم دی..... آپ نارتھ بیت یافتہ لیکن اغاذا و ماغ نے اپنے اتالیق کے مذہبی بلکہ فلسفیانہ خیالات کا گہرا اثر قبول کیا..... بعد میں آپ کے طرز عمل سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ نسطوری فرقہ کے عیسائیوں کے مذہبی عقائد نے آپ پر کہاں تک قابو پالیا تھا۔

ولیم میور نے بھی نہایت آب و رنگ سے یہ بات ثابت کرنے کی نامسعود

کوشش کی ہے کہ آپؐ کو بت پرستی سے جو نفرت تھی اور ایک جدید مذہب کا جو خاکہ آپؐ نے قائم کیا وہ (نعمو باللہ) سب اسی سزاور اس کے مختلف تجارب و مشاہدات کے نتائج تھے۔

پروفیسر سیڈو (تاریخ العرب العام ص ۶۶) اور گٹسٹاف لوبون (حضارۃ العرب ص ۱۳۰) نے اپنی اپنی کتاب میں چارہ سازی کی ہے اور زور دیا ہے کہ آپؐ نے اس سفر میں بحیرہ سے (نعمو باللہ) تورات پڑھی تھی اور فرانسیسی مصنف ”کارا“ نے تو اس موضوع پر مستقل ایک کتاب لکھ ماری۔ جس کا نام ”مولف قرآن“ رکھا۔ اور اس نے اپنی تمام سنی نامکھور اس بات پر صرف کر دی کہ پورا قرآن ہی نبی اکرم ﷺ نے بحیرہ سے سیکھا ہے۔ اور کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار ماگولیوس نے اپنی کتاب ”لائف آف محمد“ میں کیا ہے۔

قارئین! نقل کفر، کفرناشد کے پیش نظر ہم نے یہ چند عبارتیں نقل کر دی ہیں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ان عیسائی پادریوں اور مصنفین نے کس طرح رانی کا پہاڑ بنا دیا ہے اور ذرا سی بات کو افسانہ کر دیا ہے۔ اول تو بحیرہ کا واقعہ ہی صحیح نہیں ہے، اگر اسے صحیح مان ہی لیا جائے تو بات صرف اتنی ہے کہ وہ ملا اس نے بعض علامات کو دیکھ کر آپؐ کے نبی ہونے کی بشارت دی اور ازراہ عقیدت سارے قافلے کو کھانا کھلایا مگر ان معاندین اسلام اور دشمنان رسول ﷺ نے اس واقعہ کو یہ برگ و بار بھی لگا دیئے۔

حالانکہ آپ تاریخ و سیرت کی کوئی کتاب اٹھالیں جس میں یہ واقعہ مذکور ہو۔ اس میں آپ کو کہیں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں نظر آئے گا جس سے یہ شک بھی گذر سکتا ہو کہ بحیرہ نے آپؐ کو کوئی تعلیم دی تھی۔ عیسائی اگر داستان کو صحیح مانتے ہیں تو پھر انہیں اسی طرح ماننی چاہئے جیسی کہ وہ ہے۔ اس میں بحیرہ کی تعلیم کا کوئی ذکر نہیں ہے اور کسی فکر سلیم کے مالک محض کے لئے یہ بات قرین قیاس بھی نہیں کہ دس بارہ سال کا بچہ چند گھنٹوں میں تمام اسرار و رموز

مذہب سکھ جائے۔

اور اگر بالفرض آپ ﷺ بحیرہ کے تعلیم یافتہ ہوتے تو آپ ﷺ نے توحید خالص کی دعوت کیوں دی، نظریہ تثلیث و صلیب کا پرزور رد کیوں کیا اور اگر یہ نظریہ توحید اور رد تثلیث و صلیب اسی راہب نے سکھایا تھا تو آج عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کر لیتے۔ (رحمۃ اللہ علیہ ۱/ ۲۲، سید ابی ار ۱/ ۱۷۹، متن و حاشیہ السیرۃ النبویۃ علی میاں ندوی ص ۷۶ حاشیہ) کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ ۔

دروغ گورا حافظہ نہا شد

داستان بحیرہ کی علمی تحقیق

سفر شام کے دوران بحیرہ راہب کی نبی حکرم ﷺ سے ملاقات جس کی بعض تفصیلات اور ان پر عیسائی برگ و بار کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ داستان جتنی مشہور ہو چکی ہے اتنی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اہل تحقیق علماء نے اسے کئی وجوہ اور دلائل کی روشنی میں غیر معتبر قرار دیا ہے۔

اولا - اس روایت کے جتنے بھی طریق یا اسناد ہیں وہ سب مرسل ہیں۔ یعنی راوی اول اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے وقت خود تو وہاں موجود نہیں تھے اور اس راوی کا نام نہیں لیتے جو شریک واقعہ تھے۔

ثانیاً - اس روایت کا سب سے مستند طریق ترمذی شریف والا ہے اور اس میں بھی کئی باتیں قابل توجہ ہیں۔

پہلی بات یہ کہ خود امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جبکہ حسن کا درجہ صحیح سے کم اور غریب کا درجہ کمتر ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس روایت کے راوی اول حضرت ابو موسیٰ اشعری

رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں مورخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ و النہایہ (۲/۲۸۵) اور السیرۃ النبویۃ (۱/۲۷۴-حلبی) بحوالہ فقہ السیرہ ص ۶۹) میں صراحت کی ہے کہ وہ ۷ھ میں فتح خیبر کے سال اسلام لائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وقوع کے وقت وہ خود موجود نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے کسی معنی شہاد کا حوالہ دیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ یہ بات میں نے خود نبی ﷺ سے سنی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اس سند میں ایک راوی عبدالرحمان بن غزوٰن ہیں جن کو کئی حضرات نے ثقہ قرار دیا ہے۔ مگر اکثر اہل فن نے اس کی نسبت عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے جیسا کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ وہ منکر حدیث بھی بیان کر دیا کرتے تھے اور ان میں سے سب سے بڑھ کر منکر وہ روایت ہے۔ جس میں بحیرہ کا واقعہ مذکور ہے۔

چوتھی بات یہ کہ امام حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق قرار دیا تو علامہ ذہبی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے تلخیص المستدرک میں لکھا ہے کہ میں اس روایت کے بعض واقعات کو موضوع اور بعض کو من گھڑت اور باطل سمجھتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جو کہ بخاری کے شارح ہیں انہوں نے تہذیب السنن میں انہی عبدالرحمان کے بارے میں اس قدر صراحت کی ہے کہ وہ کبھی کبھی غلط کر جایا کرتے تھے۔ لہذا ان کی طرف سے اس روایت (یا اس کے بعض واقعات) کی صحت میں شبہ ہو سکتا ہے۔ (سیرت النبیؐ، شبلی، ۱/۸۱-۱۸۰)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور عالم کتاب زاد المعاد (۱/۱۷۱) میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ترمذی والی روایت کے آخر میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ بحیرہ کے اصرار پر جب ابو طالب نبی ﷺ کو واپس بھیجے گئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے

ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی (برائے خدمت) بھیج دیا۔ جبکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے عمر میں اتنے چھوٹے تھے کہ شاید اس واقعہ کے وقت وہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے ہوں اور اگر پیدا ہو چکے تھے تو کم از کم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس نہ تھے اور اس بات کی مزید وضاحت علامہ عبدالرحمان مہارکپوریؒ نے نقل کرتے ہوئے کی ہے۔ علامہ موصوف تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی (۹۳/۱۰) میں لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی عمر بارہ سال تھی تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی عمر دس سال ہوگی۔ کیونکہ وہ آپ سے دو سال کم عمر تھے۔ (یہ اس وقت ہے جب آپؐ کی عمر بارہ سال سمجھی جائے اور جب طبری (۵۹۱ اردو) وغیرہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کی عمر نو سال تسلیم کی جائے) جسے علی میاں ندوی نے اپنی کتاب السیرۃ النبویہ میں زیادہ صحیح قرار دیا ہے) تو اس صورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر صرف سات سال ہوگی اور ان ہردو کھلونوں میں ان کا تجارت کے لئے اہل ہونا قرن قیاس نہیں ہے) اور بلالؓ اتنے کم سن تھے کہ شاید اس واقعہ کے وقت وہ وجود میں بھی نہ آئے ہوں۔ لہذا اس روایت میں ابوبکر و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر غیر مخلوط بلکہ مجرور و ہم ہے۔

اور مسطانی نے المواہب اللدیہ میں اور زر قانی نے شرح المواہب میں نقل کیا ہے کہ امام ذہبیؒ نے اسی ذکر ابوبکر و بلال کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور بقول بعمری حضرت بلالؓ اس واقعہ کے کم و بیش تیس سال بعد حضرت ابوبکرؓ تک پہنچے تھے۔

اور قاضی منصور پوری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا کہ قرآنی آیت "وکانوا من قبل یسئفون علی الذین کفروا" (البقرہ ۸۹) (ترجمہ:- اور پہلے سے کافروں پر غم مانتے تھے) سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی نبی موعود کے انکار میں رہتے تھے اور آپ ﷺ کی بعثت تک انکا یہ عقیدہ رہا کہ آپ ﷺ

کی بحث سے ہمیں مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہوگی۔

لہذا خود ہجیرہ کا یہ کہنا کہ آپؐ کو واپس بھیج دو ورنہ یہودی قتل کر دیں گے بالکل جھوٹ ہے کیونکہ یہودی اگر آپؐ سے ~~میں~~ کو اس لڑکچن میں پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ (رحمۃ للعالمین ۱/ ۴۲)

یہ قصہ بقول حافظ ابن کثیرؒ (الہدایہ ۲/ ۲۸۵) مرسلات صحابہؓ میں سے ہے اور اس کے علاوہ اس روایت (قصہ) میں تناقضات بھی عجیب اور بکثرت ہیں۔  
مثلاً:-

۱۔ امام زہری رحمہ اللہ نے اس راہب کو یہود تمام میں سے قرار دیا ہے۔ جب کہ مسعودی نے مروج الذهب میں بنی عہد القیس کا یہودی لکھا ہے۔

۲۔ کہیں اس راہب کا نام سرفیس ہے، کسی روایت میں جرجس ہے اور کسی میں جرجیس اور کسی میں نام ہی نہیں ہے۔

۳۔ کسی روایت میں مذکور ہے کہ راہب عبادت گاہ سے باہر آگیا اور دعوت دی اور کسی میں ذکر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اس کے صومعہ میں گئے۔

۴۔ کسی روایت میں مذکور ہے کہ راہب نے ابوطالب کو یہودیوں سے ڈرایا اور کسی میں ہے کہ رومیوں (نصاری) سے ڈرایا۔

۵۔ کہیں سات رومیوں کا ذکر ہے اور کہیں نو یا کم و بیش کا۔

۶۔ کسی مورخ و نیزت نگار نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ تب پیش آیا جب کہ آپؐ ~~میں~~ ابوطالب کے ساتھ سفر پر تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کی صحبت میں گئے تھے وغیرہ۔

(قالہ عبد الرحمن الوکیل، حاشیہ الروض الانف ۲/ ۲۲۶ - ۲۲۷)

انہی امور کے پیش نظر یہ داستان ناقابل اعتبار ہے اور دور حاضر کے علماء و محققین میں سے شیخ محمد غزالی مصری، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری اور علامہ

شبلی نعمانی نے ترمذی وغیرہ میں مذکور اس داستان بحیرہ کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔  
 (فقہ السیرہ ص ۶۹، رحمتہ للعالمین ا ۳۲، سیرت النبی شبلی ا ۸۱-۱۸۰، حافظ ابن  
 حجرؒ نے (ما سوا ذکر ابوبکرؓ و بلالؓ) اس روایت ترمذی کو صحیح قرار دیا ہے (سیرت  
 النبی ا ۱۸۱) امام جزری اور شیخ البانی نے بھی اسی طرح اسے صحیح کہا ہے اور بزار  
 کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس روایت میں بلالؓ کی بجائے ”کسی آدمی“ کا ذکر  
 ہے۔ (فقہ السیرہ محمد الغزالی، تعلیق الالبانی ص ۶۸)  
 جب کہ ابن سعد کی روایت بھی مرسل یا مضعف ہے۔

### بقیہ سفر شام اور بحیرہ راہب کا قصہ

از خود کسی کام کو ایجاد کر کے نیکی سمجھ لیا گیا ہو۔ اس کام کو حسین یعنی اچھا  
 کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم  
 ترجمہ :- اے ایمان والو! اللہ کی اور رسول اللہ کی اطاعت کرو نافرمانی کرنے  
 سے تمہارے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کام کریں جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول  
 ﷺ نے دیا ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف کرنے والا دوزخ میں جائے  
 گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین